Title - SAARDA BIL AUR ISLAM.

Creator - Sultan Mehmood.

Publisher - Jaid Barqi Press (Delhi).

Date - N.A.

Pages - 24

Subjects - Qanoon - Saardabil ; Qawaneen - Saarda Bil.

وَانکحوا الایامیٰ منکم والصّٰلحین من عبادکم وامائکم

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع

ساردا ایل اور اسلام

اس رسالہ میں یہہ امر واضح کیا گیا ہے کہ ساردا ایل
مسلمانوں کے اسلامی قانون کے قطعاً خلاف
ہے اور اہل اسلام کی حریم عفت کو پارہ پارہ
کردینے والی چیز ہے ہر مسلمان کو ساردا ایل
کی مخالفت کرکر اسلام کی ہمدردی کا ثبوت
دینا ضروری ہے

مؤلفہ

خادم العلماء سلطان محمود صدر مدرس
مدرسہ فتحپوری دہلی

باردوم تعداد دو ہزار (مطبوعہ جید برقی پریس بازار بلیماران دہلی) قیمت ۱/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

امابعد۔ برادران اسلام! دشمنان اسلام نے اسلام و اہل اسلام کے مٹانے میں جو سرگرمی اختیار کر رکھی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ مسلمان اسوقت مصائب کے تیروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ روزانہ اُن کے قلوب پر تازہ زخم لگائے جاتے ہیں۔ ایک زخم کی مرہم پٹی سے فارغ ہونے نہیں پاتے کہ دوسرا زخم لگادیا جاتا ہے۔ بہت تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ جبریہ تعلیم کے اولے مسلمانوں پر برسنا شروع ہوئے تھے کہ جس کی وجہ سے قرآن پاک کی درسگاہوں کو بربادی کے پیغام سنائے گئے تھے اور مسلمانوں پر صرف اس بنا پر مقدمات چلائے گئے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم کیوں دلواتے ہیں۔ مسلمان ابھی اس مصیبت کی چیخ و پکار سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک دوسری آفت نے آگھیرا جو سارداہل کے نام سے مسمّے ہے جس نے ہماری عفت و پاکدامنی پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اور عام مسلمانوں کو اس آفت میں پھنسانے کیلئے اس قسم کے جال لگائے گئے ہیں کہ وہ تمیز نہ کرسکیں کہ یہ جال ہیں یا وبال۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ سارداہل کی حقیقت پوری پوری واضح کیجائے اور مسلمانوں کو ان جالوں سے آگاہ کیا جائے ک[illegible] دکہائے گئے ہیں اور حقیقت میں مسلمانوں کی حریم عفت کی د[illegible] کیلئے سنگ بنیاد ہیں تاکہ مسلمان آگاہ ہو کر اپنے قدموں کو [illegible]

سارداہل کیا چیز ہے
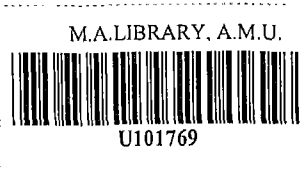
مسٹر ہربلاس ساردانے ہندو سوسائٹی کی اس خرابی کی اصلاح کے لئے کہ ہندوؤں میں عام طور پر لڑکیوں کی شادیاں کم عمری میں کردیجاتی ہیں خواہ لڑکی کی عمر دو سال کی یا تین سال کی ہی کیوں نہ ہو بلکہ بعض اوقات لڑکی کے پیدا ہوتے ہی اس کی شادی ہو جاتی ہے اور اکثری حالات میں یہ شادی شدہ لڑکیاں بلوغ سے پہلے ہی اپنے خاوندوں کے پاس چلی جاتی ہیں اور مباشرت کیوجہ سے انکی صحت پر ایسا ناگوار اثر پڑتا ہے کہ پھر عمر بھر اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور ایسی عورتوں کی اولاد بھی کمزور اور نحیف پیدا ہوتی ہے اور اسیوجہ سے بہت سے بچے صغر سنی میں ہی مرجاتے ہیں۔ ایک مسودہ قانون اسمبلی میں پیش کیا تھا۔ اور اسکو ہندوؤں کے ساتھ ہی متعلق رکھا تھا ؀

مگر جب اسمبلی میں پیش ہوا تو اسوقت یہ سوال اٹھایا گیا کہ بل کو ہندوؤں سے ہی مخصوص رکھا جائے یا تمام باشندگان ہندوستان کے لئے عام کردیا جائے ؀

بعض مسلم ارکان اسمبلی نے اسوقت بغیر سوچے سمجھے یہ رائے ظاہر کردی کہ مسلمانوں پر بھی اس کا اطلاق کردیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ؀

جن مسلم ارکانِ اسمبلی نے یہ رائے ظاہر کی تھی وہ نہ تو احکام اسلام سے واقف تھے اور نہ انہوں نے اسکے عواقب و نتائج پر پورا غور کیا تھا محض سرسری طور پر سمجھ لیا کہ کم عمری کی شادیاں صحت پر برا اثر ڈالتی ہیں اس لئے اگر ان کے خلاف قانون بن جائے تو کیا مضائقہ ہے مگر ان ارکان میں سے بعض ارکان نے جب علمار اسلام سے گفتگو کی اور اس کے متعلق اسلامی احکام معلوم کئے اور عامہ مسلمین کے جذبات کا انہیں علم ہوا تو انہوں نے اپنی رائے بدل دی اور آج وہ بل کے مخالفین کی صف اول میں ہیں۔ مگر افسوس کہ ابتدائی مرحلے میں بے سوچے سمجھے اظہار رائے سے جو نقصان پہنچ چکا تھا اب ان کے اختلاف سے بھی اسکی تلافی نہ ہوسکی۔ بہر حال وہ بل اسمبلی میں پیش ہو کر رائے عامہ سے استصواب کیلئے مشتہر کیا گیا۔ ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر ہوئی۔ جس نے ملک کا دورہ کیا۔ شہادتیں قلمبند کیں اور اس کے بعد تحقیقاتی رپورٹ تیار کرکے پیش کردی اس کمیٹی کے ارکان میں مولوی محمد یعقوب صاحب ڈپٹی پریسیڈنٹ اسمبلی بھی شامل تھے انھوں نے رپورٹ کے ساتھ اپنا اختلافی نوٹ بھی شامل کردیا۔ اس نوٹ میں انھوں نے صاف طور پر ظاہر کردیا کہ مسلمانوں کے معتمد علمار اور معتبر حلقے اس بل کے مسلمانوں پر اطلاق کو مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں۔ اور اس امر پر افسوس ظاہر کیا کہ شیعوں کے نقطۂ خیال کے معلوم ہونے میں بہت کمی رہی ہے اور جب تک ان کا نقطۂ خیال نہ معلوم ہو جائے نیز مسلمانوں کے مقتدر علمار اور مذہبی رہنماؤں کے بیانات شامل مسل نہ ہو جائیں اس وقت تک بل کا اطلاق مسلمانوں پر کرنے کا فیصلہ نہ کیا جائے۔

تحقیقاتی کمیٹی نے اس سلسلہ میں اصل بل میں کچھ ترمیمات کی تھیں اور بل سے علحدہ اپنی طرف سے کچھ سفارشات پیش کیں۔

اس اثنار میں مسلمانوں کے معتبر حلقوں سے اسکی مخالفت کی گئی اور بہت سے مقتدر رہنماؤں نے صاف طور سے یہ ظاہر کردیا کہ یہ بل اسلامی احکام کے خلاف ہے۔ اور مسلمانوں پر اس کا اطلاق کرنا مذہبی مداخلت ہے مگر گورنمنٹ اس بل کی حمایت کے لئے کھڑی ہوگئی اور سرکاری ممبر نے اعلان کردیا کہ گورنمنٹ بل کی حمایت کریگی۔

اب کیا تھا جن لوگوں کا مقصد صرف اپنی معاشرتی اصلاح ہی نہیں بلکہ ایک ایسے اصول کو قائم کرا دینا تھا جس کے ذریعہ سے آیندہ سینکڑوں اسلامی احکام کے اندر مداخلت کا موقع ہاتھ آجائے وہ اور شیر ہوگئے اور بعض مسلمان ممبروں نے ان کی تائید کرکے ان کے اس نامبارک مقصد کی تکمیل کردی اور اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کے لئے ایک ہولناک خطرہ پیدا کردیا۔

اور بل ۲۳ ستمبر سنہ ۲۹ء کو اسمبلی میں اور ۲۸ ستمبر کو مجلس مملکت میں پاس کردیا گیا

بل جس صورت میں پاس ہوا ہے۔ وہ گزٹ مورخہ ۳۰ ستمبر سنہ ۲۹ء میں شائع ہوگیا ہے جس کی نقل یہ ہے۔

(۱ الف) اس کا نام قانون انسداد شادی بچگان ہوگا۔

(ب) اس کا نفاذ تمام برطانی ہند میں ہوگا۔ برطانی بلوچستان اور سنتھال پرگنہ میں بھی عائد ہوگا
(ج) اس پر عمل درآمد یکم اپریل سنہ ۱۹۳۰ء سے شروع ہوگا۔
(۲) (الف) اس قانون میں "بچہ" سے مراد ۱۸ سال سے کم عمر کا لڑکا اور ۱۴ سال سے کم عمر کی لڑکی ہے۔
(ب) شادی بچگان سے مراد ایسی شادی ہے جس میں دولہا یا دلہن "بچہ" ہو
(ج) فریقین شادی سے مراد وہ شخص ہیں جن کی شادی ہو۔
(د) نابالغ سے مراد ۱۸ سال سے کم عمر کا لڑکا یا لڑکی ہے۔
(۳) جو مرد ۱۸ سال سے ۲۱ سال کی عمر کے درمیان بچپن کی شادی کریگا اُسے ایک ہزار روپے تک جرمانہ کی سزا دیجائے گی۔
(۴) جو مرد ۲۱ سال سے زائد عمر میں بچپن کی شادی کریگا وہ ایک ماہ تک قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا قید و جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔
(۵) جو کوئی بچپن کی شادی کا انتظام کریگا یا اسکی رہنمائی کریگا یا رسم ادا کریگا وہ ایک ماہ قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا قید و جرمانہ کی سزا کا مستحق ہوگا۔ اگر وہ یہ ثابت نہ کر سکے کہ اس کے پاس یہ باور کرنے کی وجوہات تھیں۔ کہ وہ شادی بچپن کی شادی نہیں تھی۔
(۶) (الف) اگر کوئی نابالغ بچپن کی شادی کرے تو وہ آدمی جو ماں باپ یا سرپرست یا کسی دیگر قانون یا غیر قانونی حیثیت سے اس نابالغ کا انچارج ہو۔ اور جو اس شادی کے لئے کوئی کارروائی کرے یا شادی کی اجازت دے یا لاپرواہی کی وجہ سے اس شادی کو منع نہ کرے اُسے ایک ماہ قید محض یا ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا ملے گی لیکن عورتوں کو قید کی سزا نہیں دیجائیگی
(ب) بشرطیکہ برعکس ثبوت بہم نہ پہنچایا جائے یہ تصور کر لیا جائیگا کہ نابالغ کے بچپن کی شادی کرنے میں نابالغ کا سرپرست لاپرواہی کی وجہ سے شادی کو روکنے میں ناکام رہا ہے۔
(۷) سنہ ۱۸۹۷ء کے جنرل کلاز ایکٹ کی دفعہ ۲۵ یا تعزیرات ہند کی دفعہ ۶۴ کے باوجود کوئی عدالت اس قانون کی دفعہ ۳ کے مطابق کسی مجرم کو سزا دیتے ہوئے اس بات کی مجاز نہ ہوگی کہ بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ملزم کو قید کی سزا دے سکے۔
(۸) ضابطہ فوجداری سنہ ۱۹۲۸ء دفعہ ۱۹۰ کے باوجود پریذیڈنسی مجسٹریٹ یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سوا کسی بھی عدالت کو اس قانون کے ماتحت کسی بھی جرم کی سماعت یا اس میں دست اندازی کرنے کا اختیار نہ ہوگا
(۹) اس قانون کے متعلق کسی جرم کے بارے میں کوئی عدالت اس وقت تک غور نہیں کریگی تا وقتیکہ استغاثہ شادی (جس سے وہ جرم تعلق رکھتا ہو) کو ایک سال ہونے سے پہلے پہلے دائر نہ کیا گیا ہو

(۱۰) اس قانون کے ماتحت جرم کی سماعت کرنے والی عدالت بشرطیکہ وہ زیر دفعہ ۲۰۲ ضابطہ فوجداری استغاثہ کو خارج نہ کرے یا خود ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۲۰۲ کی رو سے تحقیقات کرے گی اور یا اپنے ماتحت کسی مجسٹریٹ درجہ اول کو ایسا کرنے کی ہدایت کریگی۔

(۱۱) (الف) مستغیث کا بیان لینے کے بعد اور ملزم کو حاضر ہونے کیلئے مجبور کرنے سے پہلے عدالت (سوائے اس حالت کے جب کہ تحریری وجوہات دی گئیں ہوں) مستغیث سے اس معاوضہ کی ادائیگی کے لئے جو زیر دفعہ ۲۵۰ ضابطہ فوجداری اس پر لازم ہو سکتا ہو ایک سو روپے تک کی ضمانت کے ساتھ یا بلا ضمانت مچلکہ طلب کرے گی۔ اور اگر وہ ضمانت عدالت سے مقرر کردہ میعاد کے اندر اندر داخل نہ کی جائے تو استغاثہ خارج کر دیا جائے گا۔

(ب) اس قانون کے ماتحت جو مچلکہ لیا جائیگا۔ وہ ضابطہ فوجداری کے مطابق لئے گئے مچلکہ جیسا ہی سمجھا جائیگا اور اس لئے اس پر ضابطہ فوجداری کا باب عائد ہوگا۔

احکام شرعیہ کی حقیقت اصلیہ

بعض لوگوں کو بوجہ عدم واقفیت کے حکم شرعی کے معنی اور مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی واقع ہوئی ہے اور یہ غلط فہمی تین طرح سے واقع ہوئی ہے اول یہ کہ وہ لوگ احکام شرعیہ فقط عبادت ہی کو سمجھتے ہیں احکام معاملات و معاشرت کو احکام شرعیہ نہیں سمجھتے۔ اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ احکام معاملات و معاشرت میں مداخلت جائز ہے۔

دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ احکام شرعیہ کا اطلاق فقط فرائض و واجبات ہی پر آتا ہے۔ اور جس امر کو شریعت میں مباح قرار دیا گیا ہے یا کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا ہے یا کرنے پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور نہ کرنے پر جرم نہیں قرار دیا ہے یا درجہ استحباب میں رکھا ہے۔ ان پر احکام شرعیہ کا اطلاق نہیں آتا لہذا ان احکام میں مداخلت جائز ہے۔

اور تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ احکام شرعیہ فقط احکام قرآن ہی کو کہتے ہیں باقی احکام کو احکام شرعیہ نہیں کہتے لہذا ان احکام میں مداخلت ممنوع قرار نہیں دیتے ان غلط فہمیوں کو دیکھتے ہوئے ضروری معلوم ہوا کہ اول یہ امر واضح کیا جائے کہ احکام شرعیہ کی حقیقت کیا ہے اور اس کے بعد بتایا جائے کہ احکام شرعیہ میں مداخلت کے کیا معنے ہیں تاکہ ہر شخص آسانی سے معلوم کر سکے کہ سارد ابل میں جو قوانین نکاح کے متعلق تجویز کئے گئے ہیں ان کا اجراء مسلمانوں کے حق میں مذہبی مداخلت ہے

یا نہیں کیونکہ جو احکام شرعیہ ہیں ان کے مجموعہ کو مذہب اور شریعت کہا جاتا ہے اور ان احکام میں سے کسی حکم میں مداخلت کرنا مذہبی مداخلت قرار دیجائیگی۔ احکام شرعیہ وہ احکام ہیں کہ جن کا ثبوت کسی دلیل شرعی سے ہوا ہے۔ اور ادلہ شرعیہ چار ہیں۔ کتاب اللہ یعنی قرآن شریف۔ سنت رسول اللہ[1] یعنی حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اجماع[1] امت۔ قیاس[2] مجتہد جو حکم ان چار دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے ثابت ہوگا وہ حکم شرعی کہلائیگا خواہ وہ حکم از قسم عبادت ہو یا از قسم معاملہ و معاشرت ہو اور خواہ وہ حکم حلت کا ہو یا حرمت کا اور خواہ وہ حکم فرضیت و وجوب کا ہو یا سنیت و استحباب و اباحت و حرمت و کراہت وغیرہ کا ہو اور خواہ اس کا ثبوت قرآن شریف سے ہو یا حدیث شریف سے یا اجماع امت سے یا قیاس مجتہد سے ان تمام صورتوں میں وہ حکم شرعی کہلائیگا کسی حکم کے شرعی ہونے کیلئے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ حکم از قسم عبادت ہی ہو اور نہ اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ حکم از قسم فرض و واجب ہی ہو اور نہ اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ حکم قرآن شریف ہی سے ثابت ہو بلکہ کسی حکم کے شرعی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کا ثبوت کسی ایسی دلیل سے ہو کہ جس کو دلیل شرعی کہا جاتا ہے اور اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ادلہ شرعیہ چار ہیں۔ قرآن شریف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع امت۔ قیاس مجتہدین ان چاروں سے جو احکام ثابت ہونگے وہ سب کے سب احکام شرعیہ میں شمار ہونگے انمیں سے کسی میں مداخلت کرنا مذہب میں مداخلت ہوگی۔ اور وہ قابل برداشت نہیں ہوگی۔

مداخلت کس کو کہتے ہیں

مداخلت ایک مفہوم کلی ہے اسکے افراد و جزئیات بہت ہیں لہذا اولاً اس مفہوم کلی کے معنی بتلائے جاتے ہیں اس کے بعد مثالوں سے اسکو واضح کیا جائیگا اور اس کے بعد بتایا جائیگا کہ سارداں کا اطلاق مسلمانوں پر مذہبی مداخلت ہے یا نہیں۔ مداخلت کے یہ معنی ہیں کہ کسی حکم شرعی میں ایسا تصرف کیا جائے یا ترمیم کہ اس حکم کی شخصیت جو شریعت نے قائم کی ہے وہ بدستور قائم نہ رہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ حکم کی مد کو بدلدیا جائے اگر شریعت نے اسکو نفس جواز کی مد میں رکھا تھا تو اس کو نفس جواز کی مد سے نکال کر کسی دوسری مد میں داخل کردیا جائے خواہ وجوب کی مد میں یا فرضیت کی مد میں یا حرمت وکراہت وغیرہ کی مد میں تو ان تمام صورتوں میں اس جواز کے حکم میں مداخلت ہوگی۔ کیونکہ وہ

---

[1] ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علے الضلالۃ الحدیث ترمذی

[2] ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اراد ان یبعث معاذاً الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا فی کتاب اللہ تعالیٰ قال اجتہد برائے ولا آلو فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما یرضی رسول اللہ ابوداؤد۔

جوازِ شرعی سب صورتوں میں قائم نہیں رہا جسکی مثال شریعت میں یہ ہے کہ احرامِ حج سے فارغ ہونیکے بعد شکار کرنے کی اجازت دیگئی ہے اور اس اجازت کی قرآن شریف میں تصریح ہے وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا یعنی جسوقت احرامِ حج سے فارغ ہو جاؤ تو تم کو جس شکار سے حالتِ احرام میں منع کیا گیا تھا اسکی اجازت ہے اب اس شکار کے جواز کو مدِ جواز سے نکالکر کسی دوسری مد میں داخل کرنا اس حکمِ جواز میں مداخلت ہوگی خواہ مدِ فرضیت میں داخل کیا جائے یا مدِ وجوب میں یا مدِ حرمت وکراہت وغیرہ میں کیونکہ ان تمام صورتوں میں جوازِ شرعی بدستور باقی نہیں رہا۔

دوسری[۲] صورت مداخلت کی یہ ہے کہ مدِ حکم تو نہ بدلی جائے مگر اس کی کمیت میں کمی بیشی کیجائے مثلاً شریعت میں فرائض پنجگانہ کی کمیت یعنی عددِ رکعات مقرر کی گئی ہے۔ دو رکعت نمازِ فجر چار رکعت ظہر چار رکعت عصر تین رکعت مغرب چار رکعت عشاء۔ اب ان فرائض کی مد کو یعنی فرضیت کو تو نہ بدلا جائے مگر ان کی کمیت یعنی عددِ رکعات میں کمی بیشی کیجائے مثلاً چار کی بجائے تین یا تین کی بجائے چار کیجائیں تو یہ بھی ایسی ہی مداخلت ہوگی جیسا کہ ان فرائض کو مدِ فرضیت سے نکالکر کسی دوسری مد میں داخل کرنے کی صورت میں ہوگی۔

تیسری[۳] صورت مداخلت کی یہ ہے کہ نہ تو مدِ حکم کو بدلا جائے اور نہ کمیت کو بلکہ حکم کے ظرفِ مکانی یا ظرفِ زمانی میں تصرف کیا جائے۔ ظرفِ مکانی میں تصرف کرنے کی مثال یہ ہے کہ شریعت نے نفل کیلئے خصوصیتِ مکانی کا لزوم نہیں رکھا بلکہ مسجد میں اور گھر میں پڑھنے کی اجازت دی ہے اب مسجد میں نفل پڑھنے سے روکنا یا گھر میں پڑھنے کی ممانعت کرنا دونوں صورتوں میں ظرفِ مکانی میں مداخلت ہوگی اور یہ ایسی ہی ناجائز ہوگی جیسا کہ مدِ حکم کو بدلنا ناجائز تھا ظرفِ زمانی میں تصرف کرنے کی مثال یہ ہے کہ شریعت نے قربانی کے لئے تین دن مقرر کئے ہیں اب ان میں کمی بیشی کرنی یعنی بجائے تین دن کے دو دن کر دینے یا بجائے تین کے چار دن کر دیئے مداخلت ہوگی اور یہ ایسی ہی ناجائز ہوگی جیسا کہ مدِ حکم کو بدلنا ناجائز تھا۔

چوتھی[۴] صورت مداخلت کی یہ ہے کہ کسی حکمِ شرعی کے کرنے پر جو ثواب یا عذاب مرتب کیا گیا ہو اس کو بدل دینا مثلاً شریعت میں نماز روزہ حج وغیرہ کے ادا کرنے پر ثواب کا وعدہ دیا ہے ثواب ثواب کا مستحق نہ سمجھنا یا عذاب کا مستحق قرار دینا دونوں صورتوں میں مداخلت ہوگی۔ یا مثلاً فریضہ نماز روزہ وغیرہ کے ترک پر شریعت نے وعیدِ عذاب مرتب فرمائی ہے اب تارکِ صلوٰۃ وغیرہ کو مستحقِ وعید نہ سمجھنا یا مستحقِ ثواب سمجھنا دونوں صورتوں میں مداخلت ہوگی یا مثلاً شریعت نے نوافل پڑھنے پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور نہ پڑھنے پر وعید نہیں فرمائی اب نوافل پڑھنے پر ثواب کا مستحق نہ سمجھنا یا بجائے ثواب کے مستحقِ عذاب سمجھنا اور نہ پڑھنے پر مستحقِ عذاب سمجھنا یا مستحقِ ثواب سمجھنا یہ تمام صورتیں مداخلت کی ہونگی اور ایسی ہی ناجائز ہونگی جیسا کہ مدِ حکم کو بدلنا ناجائز تھا۔

کسی حکم شرعی کے شرائط جو شریعت نے مقرر کئے ہیں ان میں کمی بیشی کرنا بھی مداخلت ہوگی
کسی حکم شرعی کے عموم وخصوص میں تصرف کرنا یعنی عام کو خاص بنانا اور خاص کو عام بنانا اور ایسا
ہی کسی حکم کے اطلاق وتقیید میں تصرف کرنا یعنی مطلق کو مقید بنانا یا مقید کو مطلق بنانا وغیرہ وغیرہ یہ تمام
صورتیں تبدیلی مذہب میں داخل ہیں۔ مگر بخوف طوالت امثلہ نہیں ذکر کی گئیں الغرض جس تبدیلی سے حکم شرعی
کی شخصیت شرعیہ بدستور قائم نہ رہے وہ مداخلت کہلائے گی اور ناجائز ہوگی۔

نکاح کی حقیقت شرعیہ

بعض لوگوں کو بوجہ عدم واقفیت احکام شرعیہ سے یہ غلط فہمی واقع ہوئی ہے کہ انھوں نے
نکاح کو فقط ایک معاشرتی معاہدہ قرار دیا ہے اور اس غلط فہمی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب نکاح فقط
ایک معاشرتی معاہدہ ہی ہے تو یہ حکم شرعی نہیں ہے لہذا اس میں اگر کوئی تصرف یا ترمیم کسی
مصلحت کی بنا پر کی جائے تو یہ مداخلت مذہبی نہیں ہوگی لہذا سارداایکٹ کا اطلاق مسلمانوں پر مذہبی
مداخلت نہیں ہے لہذا ان کو مخالفت نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ نتیجہ اور جس بات پر یہ نتیجہ مرتب کیا ہے دونوں
غلط ہیں کیونکہ شریعت مقدسہ نے نکاح کو فقط معاشرتی معاہدہ ہی نہیں قرار دیا بلکہ اس کو علاوہ
معاشرتی معاہدہ کے عبادت بھی قرار دیا ہے۔

نکاح کے عبادت ہونے کے اَدِلّہ

۱۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر
والسواک والنکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چار چیزیں رسولوں کی سنتوں میں سے
ہیں حیا۔ عطر لگانا۔ مسواک کرنا۔ نکاح کرنا۔ اور ظاہر ہے کہ جو چیز رسولوں کی سنت ہے
وہ ضرور عبادت میں داخل ہے۔

۲۔ من تزوج امرأۃ فقد استکمل نصف الایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ جس نے نکاح کرلیا اُس نے آدھا ایمان کامل کرلیا اس حدیث میں نکاح کو آدھا ایمان بتایا
ہے اور ایمان سے بڑھکر کوئی عبادت شریعت میں نہیں ہے تو اب نکاح کے عبادت ہونیکی اس
سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ایمان کا عبادت ہونا تو سورج سے بھی زیادہ روشن ہے
پس جو چیز ایمان کا نصف ہوگی وہ کیسے عبادت نہیں ہوگی۔

۳۔ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

کہ نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے منہ موڑیگا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو اور سنت بھی ایسی کہ اس سے منہ موڑنے پر حضور صلعم اسکو اپنی جماعت سے خارج بتائیں تو اسکے عبادت ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے

قول فقہا

لیس لنا عبادة شرعت من عهد آدم الی الآن ثم تستمر فی الجنة الا النکاح والایمان (در مختار) فقہا حنفیہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ سوائے نکاح اور ایمان کے اور کوئی ایسی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آجتک جاری ہو اور پھر جنت میں بھی جاری ہو ان احادیث اور قول فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سورج کی طرح روشن ہو گیا کہ نکاح شریعت میں فقط ایک معاشرتی معاہدہ ہی نہیں بلکہ ایک بہترین عبادت بھی ہے تو جب عبادت ہونا ثابت ہو گیا تو اسکے شرعی ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے لیکن اگر تھوڑی دیر کیلئے فرض کیا جائے کہ نکاح فقط ایک معاشرتی معاہدہ ہی ہے اور عبادت ہونیکی حیثیت سے قطع نظر کیجائے تب بھی یہ حکم شرعی ہو گا کیونکہ کسی حکم کے شرعی ہونیکے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ از قسم عبادت ہی ہو بلکہ شرعی ہونیکے لئے فقط اس بات کی ضرورت ہے کہ اسکا ثبوت کسی دلیل شرعی سے ہوا ہو جیسا کہ شروع میں بتا دیا گیا تھا خواہ وہ حکم عبادت کا ہو یا معاملات کا یا معاشرت وغیرہ کا کیونکہ شریعت اسلامیہ نے جتنے صیغے انسان کی ضروریات و اصلاح کے ہیں تمام کو اپنے اندر لیا ہے اور ہر صیغے کو اپنا جزو قرار دیکر اسکے تمام دفعات و جزئیات کی ایسی تشریح کر دی ہے کہ قیامت تک کسی اصلاح کی ضرورت باقی نہیں ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے (وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ) کہ قرآن شریف ہر ضروری چیز کی تفصیل ہے بھلا ایسی شریعت نے کونسا صیغہ باقی چھوڑا ہو گا کہ جسمیں صرف پیشاب و پیخانہ پھرنے کے احکام کی اسقدر تفصیل ہے کہ ہر حدیث کی کتاب میں ایک مستقل حصہ کئی کئی ورقوں میں ہوتا ہے الغرض تمام صیغے جو شریعت نے اپنے اندر لیکر انکی تشریح کی ہے ان تمام صیغوں کے احکام شرعی احکام ہیں انکو شرعی احکام سے خارج سمجھنا محض ناواقفیت پر مبنی ہے۔ قرآن شریف حدیث شریف اور کتب فقہ تمام صیغوں کی تفصیل سے پر ہیں خصوصاً قرآن شریف و حدیث شریف کا ایک بہت بڑا حصہ فقط قانون نکاح و طلاق کے متعلق ہے تو کیا پھر بھی نکاح کے حکم شرعی ہونے میں تردد ہو سکتا ہے۔ اور جب نکاح کا شرعی ہونا ثابت ہو گیا تو اب ہمیں کسی قسم کی ترمیم یا اصلاح مذہبی مداخلت ہو گی اور قطعاً ناجائز ہو گی اور مسلمان اسکو گوارا نہیں کر سکیں گے ۔

اگر بالفرض محال تسلیم کر لیا جائے کہ نکاح شرعی حکم نہیں ہے۔ تب بھی مسلمانوں کو ساردا بل کی مخالفت کرنیکا حق ہے اور بعض ممبران اسمبلی کا یہ خیال غلط ہے کہ مسلمانوں کو مخالفت کرنیکا حق صرف اُس صورت میں ہے کہ نکاح کو شرعی حکم تسلیم کیا جائے کیونکہ جو قانون کہ جس کی مضرتیں اسقدر ہوں کہ ان کا برداشت کرنا قریب قریب حد امکان سے خارج ہو اور آئندہ آنیوالی نسلوں کے لیئے اخلاقی حیثیت سے تباہ کن ہو ایسے قانون کی مخالفت کرنیکا مسلمانوں کو ہر طرح سے حق حاصل ہے قطع نظر اس سے کہ اس قانون میں شرعی مداخلت ہو یا نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص ان حضرات ممبران کے گھر کو گرانا شروع کرے اور یہ اسکو منع کریں

کہ مت گرا اور گرانے والا یہ جواب دے کہ کوئی مذہبی مداخلت تو نہیں ہے کہ تم مجھکو منع کرتے ہو۔ تم کو منع کرنیکا حق جب ہوتا کہ میں تمہارے مذہب میں مداخلت کرتا میں تو صرف تمہارا مکان گرا رہا ہوں۔ کوئی مذہبی مداخلت تو نہیں کر رہا لہذا اس سے تمہیں منع کرنیکا کوئی حق نہیں ہے تو کیا یہ حضرات ممبران اس قول کو تسلیم کر کے گھر گرانے کی اجازت دیدینگے جو فیصلہ ان حضرات کو اسوقت صحیح معلوم ہو نہایت ایمانداری کیساتھ وہی فیصلہ ہمارے حق میں کر دیں اور اس گفتگو کو درمیان میں نہ لائیں کہ چونکہ نکاح شرعی حکم نہیں ہے لہذا مسلمانکو اسمیں مداخلت کرنیمیں مخالفت نہیں کرنی چاہیئے جب ہمارے لئے اور ہماری آیندہ نسلوں کیلئے یہ قانون تباہ کن باعث بربادی ہے تو ہمیں ہر طرح سے اسکی مخالفت کرنیکا حق حاصل ہے اور سلطنت کو کسیطرح سے اسکے نافذ کرنیکا ہم پر حق نہیں ہے الحاصل سارڈابل ہر طرح سے مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے ؁

اعتراض

بعض ممبران اسمبلی نے جو اپنے آپکو مجتہد فی المذہب سمجھتے ہیں یہ بیان فرمایا ہے کہ نابالغوں کا نکاح کر دینا شریعت میں ایک جائز امر ہے۔ انکے اولیاء کو شریعت نے اختیار دیا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں مگر شریعت نے نابالغوں کے نکاح کو واجب و لازم نہیں قرار دیا ہے پس قانون سارڈابل ایک اختیاری امر پر پابندی عائد کرتا ہے لہذا یہ مذہبی مداخلت نہیں ہے اگر کسی ضروری امر میں مداخلت کرتا تو البتہ مذہبی مداخلت کا مصداق بنتا۔

جواب

۱۔ یہ خیال غلط ہے کہ مداخلت فقط امور ضروریہ ہی میں ناجائز ہے بلکہ امور اختیاریہ میں بھی ناجائز ہے جیسا کہ مفصل طور پر اوپر گذر چکا ہے

۲۔ جن بچوں کو آپ قانون سارڈابل میں نابالغ قرار دیتے ہیں وہ شرعی قانون میں بالغ ہیں اور نکاح کرنا فی نفسہ اگرچہ سنت ہے مگر غلبہ شہوت کے وقت واجب ہو جاتا ہے تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ (النکاح سنۃ وعند التوقان واجب) کہ نکاح سنت ہے اور غلبہ شہوت کے وقت کہ جب خوف زنا ہو واجب ہے تو اس صورت میں جو معنے مداخلت کے آپ نے خود تجویز فرمائے ہیں اسکے مطابق بھی سارڈابل مذہبی مداخلت میں شمار ہوگا۔

۳۔ مذہب اور مذہب میں مداخلت کے معنے ان دونوں باتوں کا فیصلہ ہر شخص اپنے ہی مذہب کے متعلق کر سکتا ہے کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کا مذہب معین کرے اور اسمیں مداخلت کے معنے تجویز کرے ورنہ اس صورت میں تو کوئی شخص اپنے مذہب کو سلامت رکھ ہی نہیں سکتا خصوصاً موجودہ سلطنت میں تو اسقدر آزادی ہے کہ کوئی شخص اگر گدھے کی پوجا کرنی شروع کر دے اور اسکو اپنا مذہب قرار دے لے تو کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اسکو کہے کہ یہ تیرا مذہب نہیں ہے اور نہ کسی کو سلطنت کیطرف سے یہ حق ہے کہ وہ اسکے مذہب میں مداخلت کے معنے اپنی طرف

سے تجویز کرے بلکہ جس بات کو وہ گرے کا پوچھنے والا مداخلت سمجھے گا اسکو مداخلت قرار دیا جائیگا اور اس بات کی گفتگو نہیں ہوگی کہ یہ بات تیرے مذہب میں جائز ہے یا واجب اور یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب حقہ یا باطلہ میں جن چیزوں کو مذہبی قرار دیا گیا ہے انکو ہر صاحب مذہب آزادی سے کرتا ہے کبھی ان سے یہ مطالبہ نہیں کیا گیا کہ صاحب! آپکے مذہب میں یہ چیزیں جائز کے درجہ کی ہیں یا واجب کے درجہ کی مثلاً تعزیوں شدوں سورتیوں نگر کیرتن گرنتھ صاحب کے جلوس یا مجالس وعظ و عرس و میلاد شریف وغیرہ وغیرہ یا ایک شہر میں چند جگہ نماز جمعہ کا ادا کرنا یا متعدد جگہ نماز عید کا پڑھنا یا نفلی حج کا کرنا یا گائے وغیرہ کا گوشت کھانا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے ہزاروں امور ہیں جو ہر صاحب مذہب انکو آزادی سے کرتا ہے مگر قانوناً آجتک کبھی یہ سوال نہیں کیا گیا کہ یہ چیزیں مذہب میں کس درجہ کی ہیں آیا فرض و واجب ہیں یا جائز بلکہ سلطنت کیطرف سے بغیر دریافت کئے اس بات کے ان تمام چیزوں کو مذہبی امور قرار دیکر ایسا انتظام قائم کیا جاتا ہے کہ کوئی شخص ان امور کے ادا کرنے میں خلل انداز نہ ہونے پائے ورنہ کوئی شخص اپنے مذہب کو سلامت نہیں رکھ سکیگا۔

تو اب اس بنا پر ہم ان حضرات ممبران سے دریافت کرتے ہیں کہ آپکو کیا حق ہے کہ آپ تمام مسلمانوں کا مذہب معین کریں اور اس میں مداخلت کے معنی تجویز فرمائیں آپکو صرف اتنا حق حاصل ہے کہ آپ اپنا مذہب مقرر کریں اور اسمیں مداخلت کے معنے تجویز فرمائیں مگر تمام دنیا کے مسلمانوں کا مذہب معین کرنے اور اسمیں مداخلت کے معنے تجویز کرنیکا آپکو کیا حق ہے اس بنا پر اگر آپ قانون سارد ابل کو اپنے مذہب مقرر کردہ میں مداخلت نہیں سمجھتے تو آپ فقط اپنے لئے منظور فرمالیں۔ لیکن عام مسلمان چونکہ اسکو مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں وہ اسکو منظور نہیں کرسکتے اور اگر بالفرض ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ علاوہ اپنے مذہب کے دوسرے کا مذہب بھی معین کرسکے اور اسمیں مداخلت کے معنے بھی تجویز کرسکے تو ہمیں بھی اجازت ملنی چاہیئے کہ ہم بھی آپکے مذہب میں یا دوسرے کے مذہب میں خواہ ہندو ہوں یا عیسائی جن باتوں کو مذہبی مداخلت نہیں سمجھتے اسپر قانونی پابندیاں عائد کراسکیں سب سے پہلے ہم آپکا ممبری سے علیحدہ کرنا مذہبی مداخلت نہیں سمجھتے اور اسکو جائز سمجھتے ہیں لہذا اول ہماری یہ درخواست منظور ہونی چاہیئے اسکے بعد ہم پوری مکمل فہرست تمام مذاہب کے متعلق پیش کرینگے اگر آپ ان سب کی منظوری دینگے تو البتہ ہم آپکے انصاف کی داد دینگے۔

ازالۂ وہم

بعض حضرات نے موجودہ سلطنت کو سلطنت اسلامیہ پر قیاس کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جس طرح حکام سلطنت اسلامیہ کو یہ حق ہے کہ وہ احکام شرعیہ کی تنفیذ و اجرا میں اور اسپر عملدرآمد کرانے میں راہ عمل تجویز کریں اور حسب مصلحت پابندیاں عائد کریں اسیطرح موجودہ سلطنت کے حکام کو بھی قانون شرعی کی تنفیذ و اجراء میں خواہ وہ حکم نکاح ہو یا کوئی دوسرا حکم ہو راہ عمل تجویز کرنیکا حق ہونا چاہیئے اور حسب مصلحت اسپر پابندیاں عائد کرنیکا اختیار ہونا چاہیئے مگر یہ خیال عقلاً و نقلاً دونوں طرح سے غلط ہے نقلاً اسواسطے غلط ہے کہ شریعت مقدسہ نے کسی جماعت کفار کو خواہ یہودی ہو یا نصاریٰ کی یا کوئی دوسری قوم ہو کسیطرح سے یہ حق نہیں دیا کہ وہ کسی قانون شرعی میں کسی قسم کا دخل دے سکیں اور اہل اسلام کو نہایت تاکید کیساتھ حکم فرمایا ہے کہ تم

ہرگز کسی قانون شرعی کے بارہ میں کسی فرقہ کفار کی اطاعت نہ کرنا۔ غزوۂ احد میں لڑائی کا رنگ بگڑنے پر بعض منافقین نے مسلمانوں کو کچھ مشورہ دیا اللہ تعالیٰ نے انکے اور انکے علاوہ تمام کفار کے ہر قسم کے مشورے قبول کرنیسے منع فرمایا اور قبول کرنیکی صورت میں جو نقصان پیدا ہوتا تھا وہ بھی بیان فرمایا (یا ایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علیٰ اعقابکم فتنقلبوا خٰسرین ترجمہ اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کافروں کا تو وہ تمکو الٹا پھیر دینگے پھر تم ناکام ہو جاؤگے) الٹا پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ تمکو پھر کفر کیطرف لوٹا دینگے اور پھر تم ہر طرح سے ناکام رہوگے یعنی خسر الدنیا والاٰخرۃ کے مصداق ہو جاؤ گے دوسری آیت میں کافر بنانیکی صاف طور پر تصریح ہے (یا ایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا فریقاً من الذین اوتوا الکتاب یردوکم بعد ایمانکم کٰفرین ترجمہ اے ایمان والو اگر تم کہنا مانو گے کسی فرقہ کا ان لوگوں میں سے جنکو کتاب دیگئی ہے (یعنی یہود و نصاریٰ) تو وہ لوگ تم کو ایمان لائے پیچھے کافر بنا دینگے) اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں کہ جنمیں مسلمانوں کو صاف طور پر کفار کے ہر قسم کے مشورے و ترمیم قبول کرنیسے روکا گیا ہے اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ انکے مشورے اور ترمیم قبول کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کافر ہو جاؤ گے تو اب کسی کافر جماعت کا کوئی مشورہ یا ترمیم کسی قانون شرعی کے متعلق قبول کرلینے کے صاف طور پر معنے یہ ہیں کہ مسلمان العیاذ باللہ ایمان کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں باقی رہا اس خیال کا عقلاً غلط ہونا تو اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی کرنیکا یا کسی قسم کی ترمیم و تصرف کرنیکا حق نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس صورت میں کوئی اہل مذہب اپنے مذہب کو سلامت نہیں رکھ سکتا ہر اہل مذہب دوسرے کے مذہب کو مٹا دیگا الحاصل ایک جماعت جو ایک مذہب کی پابند ہے اسکو دوسری جماعت کے مذہب میں تصرف کرنیکا حق دینا اسکے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ اس مذہب کو مٹا دیا جائے تو اب موجودہ حکومت جو شریعت عیسوی کی پابند ہے اسکو شریعت اسلامیہ میں تصرف کرنیکا اختیار دینا اسکے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہیں کہ شریعت اسلامیہ کو مٹا دیا جائے کیونکہ ہر جماعت اپنے مذہب کو حق سمجھتی ہے خواہ نفس الامر میں اسکا مذہب باطل ہی کیوں نہ ہو اور دوسرے کے مذہب کو باطل سمجھتی ہے گو وہ نفس الامر میں حق ہو اور کون عاقل تسلیم کر سکتا ہے کہ ایک جماعت جس مذہب کو باطل سمجھتی ہے وہ اس مذہب میں تصرف کرنیکی مختار ہو نیکے بعد اس مذہب کی حفاظت کریگی بلکہ وہ تو اپنا سارا زور اس مذہب کے مٹانے میں خرچ کریگی اسیوجہ عقلی کیطرف قرآن شریف میں متعدد جگہ توجہ دلائی گئی ہے نمونہ کے طور پر مشاہدہ ہو (ودت طائفۃ من اھل الکتاب لو یضلونکم ترجمہ دل سے چاہتے ہیں بعض لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو گمراہ کردیں (ودکثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفاراً حسداً من عند انفسھم ترجمہ اہل کتاب میں سے بہتیرے دل سے چاہتے ہیں کہ تمکو تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر کر ڈالیں محض حسد کیوجہ سے جو کہ خود ان کے دلوں ہی سے ہے (ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواءً) ترجمہ وہ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں تم بھی کافر بنجاؤ جسمیں تم اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ اس قسم کی آیتیں بہت ہیں مگر تطویل کے خوف سے ذکر نہیں کی گئیں۔ غرض کسی کافر جماعت کو اسلامی قانون میں تصرف کرنے کا اختیار دینا اسکے صاف طور پر یہ معنے ہیں کہ ہم کافر بننے اور اسلام کو مٹانے پر راضی ہیں العیاذ باللہ مسلمان اسکو ہرگز گوارا نہیں کر سکتے

انہیں وجوہات کی بنا پر شریعت مقدسہ نے کفار کو مسلمانوں پر کسی قسم کی ولایت نہیں دی تھی کہ کسی کافر کو تنفیذ احکام شرعیہ کیلئے قاضی (یعنی جج) وغیرہ بنانا ہرگز جائز نہیں رکھا بلکہ شریعت مقدسہ نے تو کافر کو اتنا بھی حق نہیں دیا کہ وہ کسی مسلمان پر گواہی دے سکے تو آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ جس شریعت نے ایک کافر کو کسی معاملہ میں مسلمان پر گواہ بننے کا حق بھی نہیں دیا وہ اس امر کی اجازت کب دیسکتی ہے کہ کفار کو قانون شرعی میں ترمیم و تصرف کرنیکا حق دیا جائے اور باوجود اسقدر معاملہ صاف ہونیکے جو شخص پھر بھی کافر سلطنت کو سلطنت اسلامیہ پر قیاس کرے اور موجودہ زمانہ کی سلطنت کو اسلامی قانون میں تصرف کرنیکی اجازت دے اسکی قوت ایمانی اور واقفیت احکام اسلامی کا اندازہ قابل بیان نہیں ہے بلکہ ادنی سے ادنی اہل فہم بھی اسکو خوب سمجھ سکتے ہیں۔ الحاصل اس قیاس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہیں کہ امور شرعیہ کی تنفیذ و اجراء میں جو حق ابوبکر صدیق و عمر فاروق وغیرہ ہمارے رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو تھا وہی حق ابو جہل و ابولہب وغیرہ کو بھی تھا کیا کوئی ذی عقل اسکو تسلیم کرسکتا ہے خلفائے راشدین و دیگر حکام اسلامی کی اطاعت کا صاف طور پر قرآن شریف میں اعلان ہے (یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم) ترجمہ اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں انکا بھی اور بعض مفسرین نے اولی الامر کی تفسیر میں علماء اور اہل حکومت دونوں مراد لئے ہیں اور (منکم) کی قید سے جو اہل حکومت کفار ہیں انکو نکالدیا ہے غرض حکام اسلامی کی اطاعت تو منصوص بنص قرآنی ہے اور کفار کی اطاعت نہ کرنیکا صریح حکم قرآنی ہے تو اب دونوں کو ایک درجہ دینے کے صاف طور پر یہ معنے ہیں کہ خلفاء راشدین اور ابوجہل و ابولہب وغیرہ احکام شرعیہ کی تنفیذ و اجراء میں مساوی درجہ رکھتے تھے میرے خیال میں کوئی ذی فہم اس مساواۃ کو تسلیم نہیں کرسکتا اہل اسلام کو چاہیئے کہ اس قسم کے مغالطوں سے بچیں اور اس امتحان میں اپنی ثابت قدمی کا ثبوت دیں اور سارد ابل کی ترمیم اور تصرف کو ہرگز قبول نہ کریں

سارد ابل کے ناقابل برداشت ہونیکی وجوہ

سارد ابل کے ناقابل برداشت ہونیکے وجوہ کچھہ دینی ہیں اور کچھہ دنیوی۔ اول وجوہ دینیہ بیان کئے جاتے ہیں اسکے بعد وجوہات دنیویہ بیان کئے جائیں گے ؂

۱۔ ابطال حکم ولایت اولیاء نابالغان

وجہ اول قانون سارد ابل کے ناقابل برداشت ہونیکی یہ ہے کہ یہ قانون ایک بہت بڑے حکم شرعی میں مداخلت کرکے اسکو باطل کرتا ہے کیونکہ نابالغوں کے ولیوں کو شریعت نے یہ حق حکم عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنی ولایت سے انکا نکاح جہاں چاہیں کرسکتے ہیں اور یہ حق ولایت مذہب اسلام میں ایک عظیم الشان مسئلہ ہے حتی کہ ہر فقہ کی کتاب میں اسکا ایک مستقل باب ہے، اور قرآن شریف میں صاف طور پر اس حق کا اعلان ہے اٹھارہویں پارہ سورۂ نور میں ہے (وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم)

یعنی تم میں جو بے نکاح ہوں تم انکا نکاح کرو اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں جو قابل ہوں انکا بھی نکاح کردو۔ ایامیٰ جمع ہو ایم کی ایم اس مرد کو کہتے ہیں جسکی بیوی نہ ہو اور اس عورت کو جسکا شوہر نہ ہو خواہ نکاح نہی ہوا یا نکاح ہونیکے بعد رنڈوا یا رانڈ ہوگئی ہو۔ اس آیۃ میں صراحۃً اولیاء کو نکاح کردینے کا حکم دیا گیا ہو اور اس حق ولایت پر امت کا اصولاً اتفاق ہو نووی شرح مسلم میں ہے (اجمع المسلمون علی تزویجہ بنتہ البکر الصغیرۃ لہذا الحدیث) یعنی تمام مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہو کہ باپ کو یہ حق حاصل ہو کہ اپنی نابالغہ باکرہ لڑکی کا نکاح کردے اور مذہب احناف میں نابالغ لڑکا یا لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ دونوں کا نکاح ولی کرسکتا ہو بغیر حاصل کئے رضامندی ان بچوں کی تو اب سارد ابل کا قانون اس حکم شرعی کو جو منصوص بنص قرآنی و متفق علیہ امت اسلامی ہو باطل کرتا ہو۔ اور نابالغوں کا اولیاء کی اس ولایت کو بالکل سلب کرتا ہو اگر بالفرض بالکل سلب نہ کرتا بلکہ زمانہ نابالغی میں سے کسی ایکدن یا ایک گھنٹہ میں بھی نکاح کو ممنوع قرار دیتا تو تب بھی مذہبی مداخلت کا مصداق بنتا کیونکہ جب شریعت نے اس حق ولایت کو بچہ بچی کی پیدائش سے لیکر زمانہ بلوغ تک ممتد کیا ہو تو اس زمانہ سے کسی دن یا کسی گھنٹے کا استثناء کرنا بھی اس حکم کی ظرف زمانی میں مداخلت ہوگی اور یہ بھی ایسی ہی ناجائز ہے جیسا کہ حکم کی مدت کو بدلدینا ناجائز ہو جسکی تشریح پہلے گذر چکی ہو کیونکہ گو اس صورت میں حکم کی مدت کو پورے طور پر نہیں بدلا مگر جتنے وقت میں ممنوع قرار دیا جائیگا اتنے وقت میں تو حکم کی مدت بدلجائیگی لہذا اسکو بھی ممنوع قرار دیا جائیگا بلکہ اس حکم میں صرف اتنی قید بڑھا دیتی کہ اولیاء نابالغان کو نکاح کرنے سے نہیں روکا جاتا بلکہ وہ صرف اتنا کیا کریں کہ ہم سے اجازت لیکر کیا کریں یہ بھی مذہبی مداخلت ہوگی کیونکہ اس صورت میں حکم کی مد بدلجائیگی اسلئے کہ انکی ولایت کا حکم پہلے مطلق تھا اب نہیں اجازت کی قید کا اضافہ ہونیکی وجہ سے یہ حکم حد اطلاق سے نکلکر حد تقیید میں داخل ہوجائیگا اور اوپر گذر چکا ہے کہ کسی حکم کے اطلاق و تقیید میں تصرف کرنا بھی مذہبی مداخلت میں شمار ہوگا۔

۲۔ ابطال اختیار بالغان

دوسری وجہ ناقابل برداشت ہونیکی یہ ہو کہ قانون سارد ابل ایک دوسرے حکم شرعی کو بھی باطل کرتا ہے کیونکہ مذہب احناف میں کہ ہندوستان میں اکثریت انہی کی ہو نابالغ کی ولایت تو زمانہ بلوغ کے بعد ختم ہوجاتی ہو لیکن بالغ ہونیکے بعد لڑکے لڑکی دونوں کو شرعاً حق حاصل ہوجاتا ہو کہ وہ اپنا نکاح اپنے اختیار سے کرلیں بغیر حاصل کئے اجازت اولیا اور یہ اختیار بھی نص قرآنی سے ثابت ہو چوتھے پارے میں ہو (فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع) اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکوگے تو اور عورتوں سے جو تمکو پسند ہوں نکاح کرلو دو دو اور تین تین اور چار چار اس آیت میں صاف طور پر حکم دیا گیا ہو کہ بالغ جب چاہے نکاح کرسکتا ہو لیکن قانون سارد ابل اس حکم کے ظرف زمانی میں مداخلت کرتا ہو کیونکہ اٹھارہ سال سے پہلے اجازت نہیں دیتا اور لڑکا پندرہ سال کا بالغ قرار دیا جاتا ہو اور اوپر گذر چکا ہے کہ کسی حکم شرعی کے ظرف مکانی یا زمانی میں تصرف کرنا بھی مذہبی مداخلت ہو کیونکہ کسی خاص وقت میں کسی حکم شرعی کو منع کرنا اتنے وقت میں اس حکم شرعی کی مد کی تبدیلی لازم آتی ہے اور یہ ناجائز ہے ؎

۳ اقرار جہالت رب الرحمن

تیسری خرابی سارد ابل کے تسلیم کرنیکی یہ ہوگی کہ مسلمانونکو اقرار کرنا پڑیگا کہ ہمارا رب ہماری مصلحت اور بہتری سے ناواقف اور جاہل تھا العیاذ باللہ اور ناواقفی کی وجہ سے نا بالغان کے اولیاء کو انکے نکاح کر دینے کی اجازت دی اور بالغان کو اپنے نکاح کرنیکا اختیار دیا گو وہ قانون سارد ابل کے مطابق نابالغ ہوں اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کا کوئی حکم مصلحت کے خلاف اور مضر نہیں ہوتا کیونکہ ہمارے رب سے بڑھکر کوئی دوسرا ہماری مصلحت و بہتری کو نہیں سمجھ سکتا اگر جب قانون سارد ابل کو صحیح تسلیم کیا جائیگا تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عقیدہ مسلمانوں کا غلط ہے کیونکہ سارد ابل نابالغوں کے نکاح کر دینے کو اور ان شرعی بالغوں کی نکاح کرنیکو جو سارد ابل کے قانون میں نابالغ ہوں دونوں کو مصلحت کے خلاف اور مضر بتاتا ہے کیا مسلمان اس بات کا اقرار کرنیکے لئے تیار ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا حکم مصلحت کے خلاف اور ہمارے لئے مضر ہے اور سارد ابل کا قانون مصلحت کے موافق اور ہمارے لئے مفید ہے ہرگز ہرگز کوئی مسلمان اسکو گوارا نہیں کر سکتا۔

۴ زناکار و بیحیا ساختن عفیفان و پردہ نشینان

چوتھی خرابی سارد ابل کے تسلیم کرنیکی یہ ہوگی کہ بڑے بڑے پاکدامن مرد اور پردہ نشین عورتیں زناکاری و بیحیائی کا شکار ہو جائینگی کیونکہ جب قانونی دیواریں بذریعہ نکاح جائز طریقہ سے خواہش پوری کرنے سے روکیں گی اور مرد عورت بالغ بھی ہونگے اور قوت و صحت بھی اچھی ہوگی اور زمانہ بھی خصوصاً چودہویں صدی کا ہوگا تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسی صورت میں تو چار پانچ فیصدی بھی اپنی حریم عفت کو محفوظ نہیں رکھ سکینگے بلکہ بڑی بڑی مقدس ہستیاں اپنے سرمایہ عفت کو چاوڑی میں کھڑے ہو کر علی الاعلان فروخت کیا کرینگی اور بڑے بڑے خاندانوں کی شریف عورتیں جو اسوقت اپنے لباس پاکدامنی کو معمولی سے معمولی دھبہ سے بھی بچائے بیٹھی ہیں لباس پاکدامنی کو فروخت کرنیکے لئے چاوڑی بازار میں دکانیں لگا کر پاکدامنی کو علی الاعلان فروخت کیا کرینگی جسمیں نہ صرف اپنا ہی منہ کالا کرینگی بلکہ اپنے تمام خاندان کو رسوائے عالم کرینگی روزانہ تازہ اعلان سنایا کرینگی اور خدائے قدوس کی طرف سے خسر الدنیا والآخرۃ کی صدا روزانہ سنا کرینگی

۵ از ادائے واجب عاجز شدن ولیان

پانچویں خرابی یہ ہے کہ بہت سی صورتیں اس قسم کی نکلینگی کہ لڑکا لڑکی کو شرعاً بالغ ہونگی جس سے انکے اولیاء پر انکا نکاح کر دینا واجب ہوگا مگر بوجہ قانونی رکاوٹ کے وہ اس واجب کو ادا نہیں کر سکیں گے اور اگر ادا کرینگے تو قانونی سزا پائینگے جو قانون واجب شرعی کو ادا کرنیمیں مجرم بنائے اس سے بڑھکر مذہبی مداخلت کیا ہوگی

۶ در جرائم داخل شدن افعال صحابہ کرام و رسول الرحمان۔

چھٹی خرابی قانون سارد ابل کے صحیح مان لینے کی یہ ہے کہ قانون سارد ابل حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے افعال کو جو قطعاً جائز تھے جرائم کی فہرست میں داخل

کرتا ہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنا جبکہ حضرت عائشہ کی عمر چھ سال کی تھی صحیح روایات سے ثابت ہے اور ایسا ہی حضرات صحابہ کرام سے چھوٹی لڑکیوں کا نکاح کر دینا اور چھوٹی عمر کی لڑکیوں سے نکاح کرنا دونوں ثابت ہیں اور قانون سارد ابل کو تسلیم کرنیسے لازم آتا ہے کہ مسلمانوں نے اقرار کر لیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کرام کا یہ فعل جرم تھا العیاذ باللہ کیا کوئی مسلمان اس بات کو زبان پر لا سکتا ہے ان روایات کو دیکھکر یہ دہوکہ نہ ہونا چاہئے کہ اسقدر چھوٹی لڑکی سے نکاح کرنا تو اخلاق کے خلاف ہے کیونکہ ان روایات میں صرف نکاح کرنیکا ذکر ہے قبل بلوغ مقاربت وجماع وغیرہ کا ذکر نہیں ہے اور مقاربت کے احکام جدا ہیں اور صرف نکاح یعنی ایجاب و قبول بلوغ سے پہلے کر دینے میں کوئی بات خلاف اخلاق نہیں ہے اور حضرت عائشہؓ کی وداع بلوغ سے پہلے نہیں ہوئی ہے بلکہ جب نو سال کی عمر میں بالغ ہو گئیں تو اسوقت وداع ہوئیں اور نو سال کی عمر میں لڑکی بالغ ہو سکتی ہے اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب لڑکی نو سال کی ہو جاتی ہے تو وہ عورت بنجاتی ہے یعنی وہ مرد کے پاس جانیکے قابل ہو جاتی ہے اور حضرت عائشہؓ اٹھارہ سال کی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ہوئی ہے صرف نو سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی ہیں

نقصانات دنیوی

۱ جسقدر دفعات قانون سارد ابل کی اوپر بیان ہوتی ہیں انمیں سے کسی دفعہ کے خلاف نکاح کرنیکی صورت میں دولہا میاں اور دولہا کا ولی باپ ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو اور قاضی صاحب اور گواہ اور منتظمین نکاح سب پر وہ سزا لگائی جائیگی جو اس دفعہ خلاف کرنے پر تجویز کیگئی ہے جو ایکماہ کی قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ تک ہے اور بعض صورتوں میں دونوں سزائیں یعنی قید اور جرمانہ ایک ہی شخص پر لگائی جائینگی جسکی تفصیل دفعات میں موجود ہے البتہ عورت کو قید کی سزا نہیں دیجائیگی ؛

۲ جبتک مصدقہ سارٹیفکٹ پیش نہیں کریگا تو کوئی قاضی یا گواہ یا وکیل وغیرہ نہیں ملیگا اور اس سارٹیفکٹ کے حاصل کرنیمیں جو جو دقتیں مالی یا بدنی پیش آئینگی وہ محتاج بیان نہیں ہر شخص محکمہ حکام اور انکی ایذا رسانیوں سے واقف ہے بلکہ سارٹیفکٹ کے حاصل کرنیکے بعد بھی قاضی اور گواہوں کا ملنا بہت دشوار ہوگا کیونکہ قاضی صاحب اور گواہوں کو یہ اندیشہ باقی رہیگا کہ ایسا نہ ہو کہ کل کو کوئی بات پیدا ہو جاتے تو ہم فوجداری سپرد ہو جائیں اور رشتہ داروں اور دوستوں کا انتظام نکاح میں یا بارات وغیرہ میں شریک ہونا تو قریب قریب ناممکن ہی ہو جائیگا کیونکہ ہر شخص کو یہ خوف ہوگا کہ کہیں فوجداری سپرد نہ ہو جاؤں اور ایک دو چھوار دنکے بدلے میں ایکہزار روپیہ جرمانہ یا ایکماہ کی قید بھگتوں اور سارٹیفکٹ دکھا کر ہر رشتہ دار کو مطمئن کرنا فی نفسہ ایک بہت دشوار و بڑی مصیبت ہے اور اس تکلیف مالا یطاق کو برداشت کرنیکے کے بعد بھی اکثر لوگوں کو اطمینان نہیں ہوگا بوجہ اس خوف کے کہ ممکن ہے کہ یہ سارٹیفکٹ جعلی ہو یا کوئی اور اندیشہ پیدا ہو غرض اس خوف کیوجہ سے رشتہ دار اور دوست واحباب نکاح اور بارات میں شریک نہ ہو سکینگے اور کیا تعجب ہے کہ یہ خوف اسقدر وسیع ہو جاوے کہ کھانچہ والے مزدور اور جو سامان جہیز اٹھایا کرتے ہیں وہ بھی خوف کے مارے سامان نہ اٹھائیں اس خوف سے کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں اور چار پیسہ کی مزدوری کی لالچ میں فوجداری سپرد ہو جائیں اور پھر سامان دولہا میاں یا دولہا میاں کے اباجان کو اپنے سر پر اٹھانا پڑے الغرض اس قسم کی دقتیں اسقدر ہجوم کرینگی کہ انکی تصور ہی سے کلیجہ کانپ اٹھے گا اول تو خانہ داری ہی کی رسم و رواج کو پورا کرنیکا بوجھ اکثر لوگوں کیلئے ناقابل برداشت ہوتا ہے اسوجہ سے باوجود بالغ ہونیکے شادی کرنیمیں اکثر اوقات بہت دیر ہو جایا کرتی ہے مگر جب اس بوجھ کے علاوہ ان مشکلات مذکورہ بالا کا بھی اضافہ ہو جائیگا تو ننانوے فی صدی تو عمر بھر

شادی کا نام بھی نہیں لیں گے اور ایک فیصدی بھی جو تمام مرحلے طے کر کے اور مصائب اُٹھا کر شادی کریگا تو اول تو
اس کی شادی صورۃً ایک غریب سے غریب آدمی کی موت کا نمونہ ہوگا کہ صرف دو تین ہی آدمی جو بہت ہی قریبی
ہونگے فقط وہی دولہا کے ساتھ ہونگے۔ اور یہ بھی ممکن ہوگا کہ کوئی دشمن چلتا پرزہ اور ہوشیار ان کو قانونی الجھن
میں مبتلا کر دے۔ اور بارات بجائے لڑکی والے کے مکان کے جیلخانے جا اترے خواہ بعد کو عذر خواہی کر کے رہائی
حاصل کر سکیں مگر بالفعل تو دشمن کی مراد پوری ہو جائیگی اور گھر میں بوڑھی اماں اس انتظار میں ہونگی کہ دولہا میاں
ابھی دلہن کو لیکر آتا ہی ہے کہ اچانک خبر پہنچیگی کہ دولہا میاں معہ بارات کے جیلخانہ میں رونق افروز ہیں الحاصل ان دقتوں کو
خیال کرتے ہوئے ہزارہا مرد و عورت عمر بھر شادی سے محروم رہینگے اور مرض زناکاری میں مبتلا ہونگے اور قوم سے غیرت رخصت ہو جائیگی

۳ اور اگر بل کو قابل دست اندازی پولیس قرار دیدیا گیا تو پولیس کو طرح طرح کے ستانے کے موقع ملیں گے
رشتہ داروں سے زیادہ بغیر بلائے ہوئے پولیس کے آدمی جمع ہو جایا کریں گے سب سے پہلے کھانا کھائینگے اور اس کے بعد
سارٹیفکٹ کا ملاحظہ فرمائینگے۔ اور صرف کھانا نوش فرمانے پر ہی نجات نہیں ہوا کریگی بلکہ کچھ نقدی بھی نذر کرنیکی ضرورت
ہوا کریگی۔ اور جن حضرات کو مکان پر آنیکا موقع نہیں ملیگا وہ راستہ میں بارات کو روکا کرینگے اور سارٹیفکٹ دکھانیکا
حکم صادر فرمائینگے۔ اگر خدانخواستہ وہ اس وقت دولہا کی جیب میں نہیں ہوگا تو برات کو آگے نہیں جانے دینگے جب تک
کہ گھر سے منگوا کر نہیں دکھایا جائیگا۔ اور اگر بالفرض کہیں کھویا گیا ہوگا تو پھر تمام بارات کو معہ دولہا کے جیلخانے جانا پڑیگا
جب تک اس بات کی تصدیق نہیں ہوگی کہ یہ سارٹیفکٹ حاصل کر چکے ہیں رہائی نہیں ہوگی الغرض پولیس
زمانہ سے واقف لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں کیا کیا دقتیں پیش آئیں گی۔

۴ وہ یتیم لڑکیاں جن کا باپ مرنیکے بعد سوائے ماں کے کوئی پرسان حال نہیں ہوگا اور وہ اپنے ضروریات
بہم پہنچانے سے بھی عاجز ہونگی اور ان لڑکیوں کی اصلاح و تربیت کی سوائے نکاح کر دینے کے اور کوئی صورت نہیں
ہوگی تو ایسی لڑکیوں کے نکاح سے قانون ساردا بل روک واقع ہوگا اور وہ لڑکیاں برباد ہو جائیں گی اور در بدر بھیک
مانگنے کی عادی ہو جائیں گی۔

۵ خانہ داری کے معاملات میں بسا اوقات اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں کہ بعض اوقات
چھوٹے لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرنا پڑتا ہے والدین خود باعتبار شفقت علی الاولاد کے مجبور ہو جاتے ہیں کہ بالفعل نکاح کریں
اور رخصتی بعد کو ہو جاویگی مگر قانون ساردا بل اس قسم کے تمام مواقع کو ہمارے ہاتھ سے چھینتا ہے ان تمام واقعات کے
دیکھتے ہوئے مسلمان ساردا بل کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں کر سکتے

اغراض اعداء اسلام

قانون ساردا بل کے پاس کرنے میں دشمنان اسلام کے متعدد اغراض ہیں ۱ وہ قانون ساردا بل
پاس کرا کر تمام اسلام کے مٹانیکا راستہ نکالنا چاہتے ہیں۔ اور ایسی ترکیب سے کام کرنا چاہتے ہیں کہ آئندہ جس حکم
اسلامی کو چاہیں بدل دیں اور مسلمانوں کو بولنے کی گنجائش بھی باقی نہ رہے اور اسوقت قانون نکاح کو صرف اس غرض
سے لیا ہے کہ ابھی مسلمانوں کو دھوکہ دینا آسان ہے بہ نسبت نماز روزہ حج وغیرہ کے احکام کے کیونکہ قانون نکاح میں

کئی طرح سے دہوکہ دینے کے راستے آسانی سے نکل سکتے ہیں مثلاً یہ کہناکہ یہ شرعی حکم نہیں ہی یہ تو ایک معاشرتی معاہدہ ہی حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہی بلکہ نکاح بھی شرعی حکم ہی جیساکہ اوپر ثابت ہو چکا ہی۔ مگر ناواقف مسلمانوں کو اس میں دہوکہ لگنے کا اندیشہ ہی چنانچہ بعض ممبران اسمبلی باوجود مسلمان ہونے کے اس دہوکہ میں آگئے اور نماز روزہ حج وغیرہ کا حکم شرعی ہونا ایسا مشہور ہی کہ اس میں جاہل سے جاہل کو بہی دہوکہ نہیں دیسکتے یا مثلاً یوں کہناکہ چھوٹی عمر میں شادی کرنا نسل انسانی کیلئے تباہ کن ہی کیونکہ اولاد بہت کمزور پیدا ہوتی ہی اور عورت و مرد دونوں کو طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں لہٰذا قانون ساردا بل تمہارے لئے نہایت مفید ہی اور اس قسم کی خیرخواہی کے اظہار کا موقعہ نماز روزہ وغیرہ میں نہیں ملتا ورنہ مٹانا تو سب ہی کا منظور ہی لیکن مسلمان جب ساردا بل کو منظور کر لیں گے تو آئندہ باقی احکام میں مداخلت کرنیکا ایک بہت بڑا دروازہ کہل جائیگا اور آہستہ آہستہ بڑے سے بڑے فریضہ اسلام میں مداخلت کیجائے گی اور مسلمانوں کی زبان پر مہر سکوت لگانے کے لئے ساردا بل کو آلہ بنایا جائیگا ۔۲۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کی حریم عفت کو پارہ پارہ کر دیا جائے اور مرض زنا ان میں کثرت سے رائج ہو جائے اور کوئی مرد یا عورت پاکدامن نہ رہنے پائے اور غیرت کو خیرباد کا پیغام سنا کر رخصت کر دیں اور بیغیرتی کا عالم ان پر غالب ہو جائے اور نئی روشنی کی آزادی کا ایسا سکہ جمے کہ مرد کے دل سے یہ خیال ہی جاتا رہے کہ میری عورت کے پاس کسی دوسرے شخص کا آنا کسی قسم کی قباحت رکہتا ہی۔ اور ایسا ہی عورت کے دل سے یہ خیال جاتا رہے کہ سوائے خاوند کے کسی دوسرے کے پاس جانا کوئی عیب کی چیز ہی یا میرا خاوند اس کو ناگوار سمجہیگا اس غرض کے حاصل ہونیکی یہ صورت ہوگی کہ کوئی مرد ۱۸ سال سے پہلے اور کوئی عورت چودہ سال کی عمر سے پہلے باوجودیکہ دونوں بالغ ہیں اور خواہش بھی باقاعدہ ہی۔ مگر شادی نہیں کر سکیں گے بوجہ خوف سزایاب ہونیکے اور جب جائز طریقہ سے خواہش پوری کرنیکا موقعہ نہیں ملے گا۔ تو لازمی طور پر اپنی خواہش کو پورا کرنے میں مبتلا ہونگے اور شادی کے قانونی وقت سے پہلے زناکاری کے عادی ہو جائیں گے اور عادی ہو جانیکے بعد اس عادت کا جانا شادی ہونیکے بعد بہی مشکل ہوگا اور لوگوں کو قانونی مدت کے بعد بھی برسوں شادی نصیب نہ ہوگی بوجہ ان مشکلات کے جو ساردا بل کے قانون نے برپا کر دیئے ہونگے اسوجہ سے اکثر لوگ عمر بھر بدکاری میں مبتلا رہیں گے ۔۳۔ سوم یہ کہ مسلمانوں کی رفتار ترقی افراد بہت کمزور ہو جائے اور جو تہوڑے بہت پیدا ہوں وہ بہی بیغیرت بنا دیئے جائیں کیونکہ جب نکاح میں قانوناً روک پیدا ہوگی تو یقیناً زنا میں مبتلا ہوں گے اور ہر شخص جانتا ہی کہ زانی زانیہ دونوں اس بات کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ اولاد نہ ہونے پائے اسی لئے رنڈیوں کے یہاں اولاد بہت ہی کم ہوتی ہی اس قسم کی ادویہ استعمال کی جاتی ہیں کہ اولاد نہ ہو اور جو تہوڑی بہت ہوتی ہی وہ پرلے درجہ کی ردی اور بے غیرت ہوتی ہی غرض اس ترکیب سے مسلمانوں کی ہستی مٹانے کی کوشش کیجا رہی ہے ۔۴۔ چہارم یہ محکمہ حکام کے پیٹ پالنے کے ذرائع کا ایک جدید دروازہ کہولنا منظور ہی اور مسلمانوں کو طرح طرح سے ستانیکا طریقہ نکالنا ہی

خیرخواہی کا صحیح فوٹو

سیدہے سادے مسلمانوں کو بہکانیکی غرض سے کہا جاتا ہی کہ قانون ساردا بل کا اجرا مسلمانوں کی

خیر خواہی کیلئے کیا جاتا ہے لیکن یہ محض جال ہے مسلمانوں کو بہکانیکا اگر خیر خواہی ہی منظور تھی تو کیا وجہ ہے کہ اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکے کو نکاح سے روکا جاتا ہے باوجودیکہ اس کا مذہب اسکو اجازت دیتا ہے بلکہ بعض اوقات بوجہ شدت خواہش کے واجب قرار دیتا ہے مگر چاوڑی بازار میں جانے سے نہیں روکا جاتا ایسا ہی چودہ سال سے کم عمر لڑکی کو نکاح کرنے سے تو روکا جاتا ہے باوجودیکہ اس کا مذہب اسکو اجازت دیتا ہے اور بعض اوقات بوجہ شدت خواہش کے واجب قرار دیتا ہے مگر چاوڑی جیسے بازار میں دوکان کرنے سے نہیں روکا جاتا کیا عجیب خیر خواہی ہے کہ نابالغ بچہ بچی صرف نکاح کرلیں جو شرعاً جائز اور عقلاً غیر ممنوع ہے بیمار ہو جائیں اگرچہ نکاح کے بعد ایک دوسری کی صورت بھی نہ دیکھنے پائیں مقاربت تو درکنار رہی اور ان کی حفظ صحت کیلئے قانون وضع کرنے کی ضرورت محسوس ہو اور چاوڑی بازار میں منہ کالا کرنے سے جو عقلاً ونقلاً ہر مذہب وملت میں ممنوع ہے انکی صحت پر دھبہ بھی نہ لگنے پائے بیمار ہونا تو درکنار رہا اور ان کی اصلاح کیلئے قانون بنانے کی نہ آجتک ضرورت ہوئی اور نہ آئندہ قیامت تک ضرورت محسوس ہونیکی امید ہے یہ ایک ایسی خیر خواہی ہے جس کا مطلب شاید بوعلی سینا سے بھی حل نہ ہو سکے اور ایسا ہی اگر چودہ سال سے کم عمر لڑکی یا اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکے کا باپ یا ولی صرف نکاح کردے بغیر رخصتی کے گو وہ شرعاً بالغ بھی ہوں بلکہ نفس الامر میں بھی بالغ ہوں مگر فرضی بلوغ کے زمانہ تک نہ پہنچے ہوں تو لڑکا لڑکی کا باپ یا دیگر ولی اور قاضی اور گواہ اور شادی کے انتظام میں شریک ہونیوالے سب کے سب گرفتار کئے جائیں اور قانونی سزا اور جرمانہ جو ایک ہزار تک ہو سکتا ہے ان سب پر جاری کیا جائے صرف ایک نکاح میں گرفتار ہونیوالوں کی تعداد اس قدر ہوگی کہ دیکھنے والا سمجھے گا کہ لٹیروں کی ایک زبردست فوج ہے جو کسی ڈاکہ میں گرفتار ہوگئی ہے مگر اگر وہ چاوڑی بازار میں جاکر منہ کالا کریں تو کوئی بازپرس نہیں بلکہ اگر باپ یا کوئی دوسرا رشتہ دار مانع ہو تو شاید اس کو مجرم ٹھیرایا جائے کیا عجیب فلسفہ ہے کہ ارسطو نے بھی آجتک نہ سمجھا ہوگا مسلمانو اس خیر خواہی کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ ہم تم کو زنا کار بنانا چاہتے ہیں اور جبتک قانون نکاح میں قانونی روڑے نہ اٹکائیں زناکاری کے بازار کو فروغ نہیں دے سکتے اور مسلمانوں کی حریم عفت کی دیوار کو نہیں گرا سکتے۔ اگر واقعہ میں خیر خواہی منظور ہوتی تو تمام باتوں سے پہلے زناکاری کا انسداد کیا جاتا اور قانون نکاح میں اگر کسی قسم کی رکاوٹیں ہوتیں ہی تو انکے اٹھانیکی کوشش کی جاتی کیونکہ زناکاری کے روکنے کا سب سے بڑا ذریعہ نکاح کو عام کرنا ہے کیونکہ بھوک لگنے کے بعد اگر گھر سے کھانا مل جاتا ہے تو پھر غیروں کی روٹیاں تکنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر گھر میں کھانا نہ ہوا اور بھوک بھی ستائے تو پھر ضرور غیروں کے کھانے کیطرف نگاہ جاتی ہے۔ اور نفس مجبور کرتا ہے کہ کسی طرح اس کھانے کو کھائے اگر خیر خواہی منظور ہوتی تو لونڈے بازی کا انسداد کیا جاتا ہزارہا نوعمر لڑکے اسمیں برباد ہو رہے ہیں اگر خیر خواہی منظور ہوتی تو شراب خواری کو قانوناً بند کرایا جاتا کوکین بازی وغیرہ کا سد باب کیا جاتا آوارہ گردوں کی روک تھام کیجاتی رشوت خواری جو عموماً دفتروں میں ماں کے دودھ کیطرح حلال اور حق سمجھی جاتی ہے اس کو روکنے کیلئے کوئی خاص قانون تجویز کیا جاتا غرض ہزارہا صیغے ایسے ہیں کہ رعایا کیلئے تباہی کا باعث ہیں مگر ان پر کبھی غور ہی نہیں کیا جاتا اور نہ آئندہ کیا جائیگا کیا خیر خواہی اسی میں منحصر ہے کہ قانون نکاح میں روڑے اٹکاکر زناکاری وبیحیائی کے بازار کو گرم کیا جائے

مسلمانو! آنکھیں کھولو اور خواب غفلت سے بیدار ہو۔ ان دشمنان اسلام کے جالوں سے بچو افسوس کہ جس قوم کو عفت و پاکدامنی سے ولی عداوت ہو اور بیحیائی اور زناکاری سے دلی محبت ہو وہ آج تاجدار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قانون کے مصلح ہونیکے مدعی ہیں کہ جسکے آفتاب نبوت نے بیحیائی و بدکاری کی ظلمت کو لوگوں کے دلوں سے اسقدر دور کر دیا تھا کہ بعض اوقات جب آپنے عورتوں سے بیعت کرنیکے وقت یہ شرط پیش کی کہ زنا نہ کرنا تو بعض عورتوں کی زبان سے بیساختہ یہ الفاظ نکلے کہ (اتزنی حرۃ) اے اللہ کے رسول کیا شریف عورت زنا کر سکتی ہے کہ آپ یہ شرط پیش کرتے ہیں یعنی شریف عورت سے زنا ہو ہی نہیں سکتا تاکہ اس شرط کے پیش کرنیکی ضرورت ہو اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث کی کتابوں میں ہے کہ آپ اس کنواری عورت سے جو حریم عفت میں محفوظ ہو زیادہ حیادار تھے الغرض یہ اصلاح نہیں ہے بلکہ یہ اس قاعدہ مسلمہ کا جوش ہے کہ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں سب ایسے ہی ہو جائیں یا یوں سمجھا جائے کہ اہل اسلام کیساتھ جو عداوت ہے اس کا ظہور ہے۔

ارکان اسمبلی کی عقل پر تبصرہ

یہ حضرات اپنے زعم میں اُس قانون اسلامی کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں جو بانی شریعت تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین عرب میں بیٹھکر بحکم خداوندی اقطار عالم میں جاری کیا تھا اور اسکے کسی دفعہ کو محتاج الی الاصلاح نہیں چھوڑا تھا بلکہ ہمیشہ کیلئے اس کو ہر قسم کی اصلاح و ترمیم سے مستغنی کر دیا تھا اور تقریبًا ساڑھے تیرہ سو سال تک اس کا مکمل ہونا مسلم رہا اور کسی قسم کی انگشت نمائی اسپر نہیں کیگئی مگر آج موجودہ زمانہ کے اہل عقل دریں روشنی کے دلدادہ اس کو ناقص تصور کر کے اس کو قابل اصلاح بتاتے ہیں اور نقصان کیوجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کم سنی میں شادی کرنا مرد و عورت دونوں کو کمزور کر دیتا ہے اور طرح طرح کے امراض کا باعث ہوتا ہے اور اس کے بعد اول تو اولاد کا ہونا ہی محل تامل ہے مگر اگر اولاد ہو بھی جائے تو بہت کمزور ہوگی غرض کم سنی میں شادی کرنا نسل انسانی کیلئے تباہ کن ہے لہذا یہ شرعی قانون جو کم سنی میں شادی کرنیکی اجازت دیتا ہے قابل اصلاح ہے لہذا خاکسار کو مناسب معلوم ہوا کہ ان حضرات کے کمال عقلی پر بھی مختصر طور پر تبصرہ کیا جاتے تاکہ عقلا ان حضرات کی خوبی عقل سے پورے طور پر واقف ہونیکے بعد عملی فیصلہ کی طرف قدم اٹھائیں اور بلوغ کی حد ان حضرات نے مرد و عورت دونوں کیلئے اٹھارہ سال مقرر کی ہے جیسا کہ شروع میں گذر چکا ہے کہ نابالغ سے مراد ۱۸ سال سے کم عمر کا لڑکا یا لڑکی ہے اور مرد کیلئے اٹھارہ سال سے پہلے شادی کرنا قانونًا جرم قرار دیا گیا ہے اگرچہ ایکدن ہی کم ہو اور چودہ سال سے پہلے عورت کیلئے شادی کرنا قانونًا جرم قرار دیا گیا ہے اگرچہ ایکدن ہی کم ہو اب قابل غور ان حضرات کے تین قول ہیں نمبر (۱) بلوغ کی حد جو ان حضرات نے اٹھارہ سال مقرر کی ہے وہ عقلًا و نقلًا صحیح ہے یا نہیں نمبر (۲) اٹھارہ سال سے پہلے مرد کیلئے اور چودہ سال سے پہلے عورت کیلئے نکاح کرنا یہ حضرات مضر بتاتے ہیں اور اسیوجہ سے نکاح ممنوع قرار دیتے ہیں کیا یہ عقلًا و نقلًا صحیح ہے یا نہیں نمبر (۳) جس ضرر موہوم کے اٹھانیکے لئے قانون شرعی میں مداخلت کی ہے وہ ضرر ان کے مجوزہ قانون سارداایل سے رفع ہو سکتا ہے یا نہیں۔

۱۔ بلوغ کی مدت اٹھارہ سال

اس قول کا نقلًا غلط ہونا تو اظہر من الشمس ہے کیونکہ شریعت میں پندرہ سال کے لڑکے کو بالغ قرار دیا گیا ہے اور

پندرہ سال سے پہلے بھی لڑکے کا بالغ ہونا شرعاً ممکن ہے اور لڑکی نو سال کی بھی بالغ ہو سکتی ہے کیونکہ شریعت میں بلوغ کا دار و مدار کسی مخصوص وقت پر نہیں رکھا گیا بلکہ علامات بلوغ کے نمایاں ہونے پر بلوغ کا حکم صادر فرمایا ہے البتہ اگر کسی شخص میں علامات بلوغ کا ظہور نہ ہو تو اسکے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے کہ اسکے بعد وہ بالغ کے حکم میں شمار ہو گا اور اگر اس وقت سے پہلے علامات بلوغ پائی جائیں تو یقیناً اس کو شریعت میں بالغ تسلیم کیا جاتا ہے الغرض ان حضرات کی مدت بلوغ مقرر کی ہوئی نقل کے تو صریح خلاف ہے ہی لیکن عقل کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ جسقدر دلائل کسی مضمون کے ثابت کرنیکے لئے پیش کئے جاتے ہیں ان سب سے زیادہ واضح دلیل عقلاء کے نزدیک مشاہدہ ہے مشاہدہ سے بڑھکر کوئی دلیل مثبت مدعیٰ نہیں ہو سکتی مگر ان حضرات کا قول مشاہدہ کے بھی صریح خلاف ہے تمام دنیا کے عقلاء کا مشاہدہ ہے کہ ہندوستان میں ۱۸ سال سے پہلے مرد و عورت دونوں بالغ ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات دو تین بچوں کے ماں باپ بھی بنجاتے ہیں اور اس قسم کی نظائر کافی طور پر ملسکتی ہیں جسکا جی چاہے وہ مشاہدہ کر سکتا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ نابالغ کے اولاد نہیں ہو سکتی مرد ہو یا عورت تو معلوم ہوا کہ وہ یقیناً اٹھارہ سال سے پہلے بالغ ہو چکے تھے۔ ان مشاہدات کے ہوتے ہوئے کون عاقل تسلیم کر سکتا ہے کہ ان حضرات کا قول عقلاً صحیح ہے بس وہ قول جو عقلاً و نقلاً غلط ہو اسپر کسی قانون کی بنا رکھکر قانون اسلامی میں مداخلت کرنا نہ صرف شریعت میں مداخلت ہو گی بلکہ اس میں عقل کو بھی خیرباد کا پیغام ہو گا +

۲ اٹھارہ سال سے پہلے مرد کو اور چودہ سال سے پہلے عورت کو نکاح کرنا مضر ہے

یہ قول بھی عقلاً و نقلاً غلط ہے نقلاً غلط ہونا تو بالکل واضح ہے کیونکہ شریعت نے اٹھارہ سال سے پہلے مرد کو اور چودہ سال سے پہلے عورت کو قطعاً نکاح کی اجازت دی ہے اور کسی قسم کا ضرر نہیں بتایا البتہ بالغ ہونے سے پہلے مقاربت و جماع سے منع فرمایا ہے لیکن بلوغ کا دار و مدار کسی خاص وقت پر نہیں رکھا اور یہ قول عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ اول تو ان حضرات نے نفس نکاح یعنے صرف ایجاب و قبول میں اور مجامعت میں فرق نہیں کیا بلکہ مرد و عورت دونوں کیلئے قانونی میعاد سے پہلے نفس نکاح کرنا بھی قانونی جرم قرار دیا ہے کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ نفس ایجاب و قبول بھی مرد و عورت کو کمزور و بیمار بنا دیتا ہے اور اولاد کو کمزور کر دیتا ہے اگر چہ نکاح ہونیکے بعد ایک دوسرے کی صورت بھی نہ دیکھنے پائیں اور اگر صرف ایجاب و قبول میں بیمار کرنے یا اولاد کو کمزور کرنیکا اثر ہے تو پھر تو اس سے بچنے کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں ہو گی کیونکہ جس عمر میں بھی نکاح کیا گیا تو ایجاب و قبول ضرور ہو گا اور وہ اپنا اثر کریگا تو اس صورت میں اٹھارہ سال کی قید یا چودہ سال کی قید لغو ہو گی اور اس کی تاثیر سے بچنے کیلئے سوائے اسکے اور کوئی صورت نہیں ہو گی کہ ایجاب و قبول کرنا ہمیشہ کیلئے قانونی جرم قرار دیا جائے تاکہ کوئی شخص عمر بھر نکاح ہی نہ کر سکے اور ساری عمر زناکاری ہی میں مبتلا رہے اور غالباً سارda اہل کے قانون کی غرض بھی یہی ہے اور اگر ایجاب و قبول میں یہ تاثیر نہیں ہے تو پھر اٹھارہ سال سے پہلے یا چودہ سال سے پہلے قانوناً جرم قرار دینا لغو ہے کیونکہ جب اسمیں کوئی خرابی ہی نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو جرم قرار دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نکاح کرنے کی ہر وقت اجازت دی ہے کیونکہ عقلاً کوئی عاقل اس کو مضر نہیں کہہ سکتا اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ چھوٹے لڑکے یا لڑکی کے نکاح کر دینے میں یہ نقصان ہے کہ ممکن ہے کہ بالغ ہونیکے بعد ایک دوسرے کی مرضی کے موافق نہوں تو اس صورت میں تمام عمر مصیبت کا سامنا ہو گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں مرد و عورت دونوں کو حق دیا ہے کہ بالغ ہوتے ہی کسی حاکم مجاز سے نکاح فسخ کرالے البتہ باپ دادا کا کیا ہوا نکاح حنفی مذہب میں فسخ

نہیں ہو سکتا کیونکہ ان دونوں کی شفقت تمام اولیاء سے زیادہ ہوتی ہے لہذا ان دونوں نے جو نکاح کیا ہے وہ حتی الامکان مصلحت کے خلاف نہیں ہوگا اور بعض حضرات کے نزدیک ان دونوں کا کیا ہوا نکاح بھی فسخ کرا سکتے ہیں الحاصل اس تقریر سے یہ ثابت ہوگیا کہ اٹھارہ سال یا چودہ سال سے پہلے نکاح کرنا عقلاً و نقلاً مصلحت کے خلاف نہیں ہے اور جو لوگ مضر بتاتے ہیں ان کا قول عقل و نقل دونوں کے صریح خلاف ہے ایک غلطی تو ان حضرات نے یہ کی تھی کہ نکاح اور مقاربت دونوں کو اٹھارہ یا چودہ سال سے پہلے مضر ہونے میں مساوی درجہ دیا تھا دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ مقاربت زمانہ نابالغی میں اگرچہ مضر ہے اور شریعت میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے لیکن ان حضرات کا قول اس میں بھی نقل اور عقل دونوں کے خلاف ہے کیونکہ مقاربت زمانہ نابالغی میں جب مضر ہے کہ نابالغی نفس الامری اور واقعی ہو نہ کہ فرضی اور ان حضرات نے جو اٹھارہ سال سے کم عمر کو نابالغ بتایا ہے گو ایک دن ہی کم ہو یہ فرضی نابالغی ہے نفس الامری اور واقعی نہیں جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ مرد و عورت دونوں اٹھارہ سال سے پہلے کئی برس بالغ ہو جاتے ہیں اور اٹھارہ سال سے پہلے مرد کیلئے اور چودہ سال سے پہلے عورت کیلئے مقاربت کا مضر ہونا مشاہدہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ یہ بات سورج کی طرح روشن ہے کہ تمام اقوام عالم میں اہل اسلام سے زیادہ کوئی قوم شجاع و بہادر نہیں ہے حالانکہ اسلام میں ابتدا ہی سے یہ قانون جاری ہے کہ اٹھارہ سال سے پہلے مرد کیلئے اور چودہ سال سے پہلے عورت کیلئے نکاح اور مقاربت دونوں جائز ہیں کیونکہ اسلامی قانون میں اٹھارہ سال سے کئی برس پہلے مرد اور چودہ سال سے کئی برس پہلے عورت بالغ ہو جاتے ہیں پس اگر مدت مذکورہ سے پہلے مقاربت مضر ہوتی تو اہل اسلام سب سے زیادہ کمزور ہو جاتے حالانکہ معاملہ برعکس ہے تو مشاہدہ بتلاتا ہے کہ ممبران اسمبلی کا یہ قول مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے لہذا عقلاً قابل تسلیم نہ رہا۔

۳۔ جس ضرر مزعوم کے اٹھا نیکے لئے قانون شرعی میں مداخلت کی ہے وہ ضرر سارداایکٹ کے قانون سے رفع ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ ان حضرات نے جو مصلحت سوچ کر قانون شرعی میں مداخلت کی تھی اپنے مجوزہ قانون میں خود اس کے خلاف کیا کیونکہ بلوغ کی حد مرد و عورت دونوں میں اٹھارہ سال کی مقرر کی اور یہ فیصلہ بھی کر چکے تھے کہ زمانہ نابالغی میں شادی مضر ہے اس کے بعد خود اس کے خلاف کیا کہ چودہ سال کے بعد عورت کو شادی کی اجازت دی حالانکہ وہ ان کے نزدیک نابالغ ہے گو شرعاً بالغہ ہو چکی ہو تو اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ جب نابالغی میں شادی مضر ہے تو عورت کو کیوں اجازت دی اور اگر مضر نہیں ہے تو مرد کو کیوں مجرم قرار دیا جاتا ہے اسکو کیوں اجازت نہیں دیجاتی ؛ الغرض یہ حال ہے ان حضرات کی عقل کا اور باوجود اس عقل کے جرأت اسقدر ہے کہ قانون اسلامی کو غلط اور مضر ثابت کرنا چاہتے ہیں مصرعہ چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد ؛ ان حضرات کی مثال بعینہ ایک جلد ساز کی سی ہے کہ وہ علاوہ جلد باندھنے کے بعض اوقات تصحیح بھی کیا کرتا تھا ایک بزرگ قرآن شریف جلد کرانے کو لائے اور کہا کہ اس شرط پر جلد بند ہوا تا ہوں کہ تصحیح نہ کرو جلد ساز بولا کہ آپ بیفکر رہیں کہ اب میں نے تصحیح سے توبہ کر لی ہے۔ وہ دیکر چلا گیا جب لینے کو آیا اور جلد ساز

تیار کرکے حوالہ کیا تو مالک قرآن شریف نے دریافت کیا کہیں تصحیح تو نہیں کی تو جلد ساز بولا کہ اور تو کہیں نہیں کی مگر صرف تین جگہ صریح غلطیاں تھیں ان کو درست کردیا ہے اول یہ کہ اس میں لکھا ہوا تھا وَخَرَّ مُوسیٰ تو میں نے سوچا کہ خر تو عیسیٰ علیہ السلام کا تھا موسیٰ کا نہیں تھا تو میں نے موسیٰ کاٹ کر عیسیٰ بنادیا ہے اور دوسری غلطی یہ تھی کہ اس میں لکھا ہوا تھا وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ تو یہ بھی صریح غلط تھا کیونکہ نوح علیہ السلام تو بڑے دانا تھے نادان نہیں تھے لہذا میں نے نادان کا ٹکڑا دانا بنادیا ہے اور تیسری غلطی یہ تھی کہ اس میں کہیں کہیں کفار کے نام مثل فرعون وغیرہ کے لکھے ہوئے تھے تو میں نے سوچا کہ ایسے بُرے آدمیوں کے نام قرآن شریف میں کسی نے غلطی سے لکھدیے ہیں انکو کاٹ کر کہیں تمہارا اور کہیں اپنا نام لکھدیا ہے تو اس جلد ساز نے اپنے زعم میں واقعی ان تینوں جگہوں کو غلط سمجھکر تصحیح کی تھی مگر حقیقت میں وہ خود تصحیح کے قابل تھا ایسا ہی یہ حضرات اپنے زعم میں تو شرعی قانون کو غلط سمجھکر تصحیح کرنا چاہتے ہیں لہذا ان حضرات کی نیک نیتی کی تو داد دینی چاہیئے لیکن یہ بھی ضرور سمجھ لینا چاہیئے کہ حقیقت میں ان حضرات کی عقلیں قابل تصحیح ہیں شرعی قانون نہ اس سے پہلے تصحیح کا محتاج تھا اور نہ قیامت تک ہوگا اور ان حضرات کے تابعداروں کی بعینہ ایسی مثال ہے کہ ایک بزرگ بہت زمانہ تک کسی شہر میں اپنے گھر سے فاصلہ پر مقیم رہا ایک دن اتفاقاً اسکے وطن سے ایک نائی آیا اور اس نے خبر دی کہ آپ کی بیوی بیوہ ہوگئی ہے۔ وہ بزرگ سنکر رونے لگے لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا فرمانے لگے کہ نائی نے خبر دی ہے کہ تمہاری بیوی بیوہ ہوگئی ہے لوگوں کو تعجب ہوا کہ صاحب بیوی کیسے بیوہ ہوگئی خدانخواستہ تم کہیں مر تھوڑا ہی گئے ہو تو کہنے لگے کہ آپ فرماتے تو سچ ہیں کہ میں مرا نہیں ہوں زندہ ہوں مگر کیا جانے کہ نائی آدمی معتبر ہے جھوٹ بولنے والا نہیں ہے بعینہ ان حضرات کے تابعین کا بھی حال ہے کہ وہ کیسی ہی غلط بات کہیں مگر وہ ایسے معتبر ہیں کہ وہ جھوٹے ہو ہی نہیں سکتے گو مشاہدہ کے بھی خلاف کہیں۔

برادرانِ اسلام کی خدمت میں درخواست

برادران اسلام! قانون ساردا بل کی مداخلت کسی خاص شخص کے حق میں مداخلت نہیں ہے بلکہ تمام اقطاع عالم کے رہنے والے مسلمانوں کے اُس حق میں مداخلت ہے جو ان کو پروردگار عالم اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مرحمت ہوا تھا وہ بھی نہ صرف موجودہ زمانہ کے باشندوں کا بلکہ قیامت تک کی آنیوالی نسلوں کا اور حق بھی ایسا کہ دین و دنیا دونوں کی بہبودی کا جامع کیونکہ قانون نکاح تقویٰ و پرہیزگاری و حیاداری کا سنگ بنیاد ہے اور لشکر بیغیرتی و بیحیائی سے بچنے کیلئے شمشیر فولاد ہے اور حریم عفت و پاکدامنی کیلئے سد سکندری ہے اور بقاء نسل انسانی کا کفیل ہے اور علی ہذالقیاس قانون ساردا بل کے اجراء میں جو دقتیں پیش آنیوالی ہیں وہ بھی تمام اہل اسلام پر آنیوالی ہیں کسی خاص شخص کیلئے مخصوص نہیں ہیں اگر دشمنان اسلام نے آپ سے یہ حق بھی چھین لیا جو کہ آپکو آپکے محبوب حقیقی رب العلمین اور آقاء دو جہاں رحمۃ للعلمین نے عطا فرمایا تھا اور آپ خاموش ہوکر بیٹھے رہے تو اس خاموشی کے بُرے نتائج صرف دنیاوی زندگی ہی کیلئے مخصوص نہیں رہینگے بلکہ میدان حشر میں رحمۃ للعلمین کیطرف سے سرکار رب العزت کی عدالت میں آپ پر مقدمہ دائر ہوگا رحمۃ للعلمین آپ سے دریافت فرمائینگے کہ وہ باغ دین کہ جس کو میں نے بجائے پانی کے اپنے اور اپنے اہل بیت و صحابہ کرام کے خون سے سیراب کیا تھا اس باغ کو دشمنان اسلام

سے برباد کیا اور تم نے اسکی حفاظت میں اپنے پسینے بھی نہ بہائے خونونکا بہانا تو درکنار رہا مسلمانو بتاؤ کہ اسوقت
کیا جواب دوگے اور اگر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا تمہارا گریبان پکڑکر حشر میں سوال کرینگی کہ لے میرے
باپ کی امت جس دین کی حفاظت کے لئے میرے تمام گوشہ جگر قربان ہوئے تم بتاؤ کہ تم نے اسکی حفاظت
میں کیا کیا قربانیاں کیں تو اسوقت کیا جواب دوگے لے برادران اسلام ہوش میں آؤ تمہاری غفلت نے
دشمن کو اسقدر دلیر کردیا ہے کہ وہ تمہاری محبوب سے محبوب چیز یعنی دین پر بھی ہاتھ ڈالنے لگا ہے اور تمہاری غفلت و درازی
نے اس کو امید کامیابی کی شراب پلاکر مدہوش بنادیا ہے تمہارا یہ فرض ہے کہ دشمن کا نشہ اتارکر اسکے ہوش و حواس
ٹھکانے لگادو اور اس بات کا ثبوت دیدو کہ ابھی ہم میں جان باقی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ جب آپ مخلصانہ
لوجہ اللہ حفاظت دین کے لئے کھڑے ہونگے تو اللہ تعالی اپنے فرمان (وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ) کے
مطابق آپ کی مدد کریگے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالے مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس امتحان میں
ثابت قدم رکھکر خلعت کامیابی سے سرفراز فرمائیں آمین ثم آمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ناچیز نے اس رسالہ کا ابتدائی
حصہ کو حرفاً حرفاً اور آخر کو اجمالاً پڑھا اور سنا مضمون بحمد اللہ
واحسانہ نہایت حسن وخوبی کیساتھ لکھا گیا ہے اور فی الواقع
بہت ہی اچھا ہے اور امید ہے کہ ناظرین کو دیکھکر کافی علم حاصل
ہوگا اور غلطی علمی وعملی سے نجات ملیگی حق تعالی سبحانہ و
عم نوالہ مؤلف رسالہ ہذا حضرت مولانا سلطان محمود صاحب
صدر مدرس مدرسہ ہذا کو جزاء دارین عطا فرماویں آمین
اشفاق الرحمن مدرس فتحپوری دہلی ؛؛

قانون ساردا بل کے متعلق جسقدر جناب عالی صدر المدرسین
مدرسہ عالیہ فتحپوری نے نہایت بسط اور وضاحت کیساتھ اس
رسالہ میں لکھا ہے وہ محتاج بیان نہیں میرے خیال میں
تو ہر مسلمانکو کم سے کم ایک نسخہ اپنے یہاں ضرور رکھنا چاہیئے تاکہ
انکو اس قانونکے مالہ وما علیہ کی پوری حقیقت سے آگاہی
ہو فقط ؛؛ محمد شریف اللہ مدرس فتحپوری دہلی -

للہ الحمد وعلی رسولہ الصلوۃ - یہ رسالہ ساردا بل کی خلاف
میں من کل الوجوہ اتم واکمل ہے اور خواص وعوام تمام کے
لئے مفید ہے فقط ؛؛
ولایت احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

اس رسالہ کو میں نے اول سے آخر تک پڑھتے ہوئے سنا۔
قانون ساردا بل کے مقاصد دینی ودنیوی کو حضرت مولانا
سلمہ نے نہایت مفصل طور سے اور مدلل بیان فرمایا ہے اس
بات میں یہ رسالہ نہایت کافی ہے فقط ؛ عبد الرحمن عفی عنہ
مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی ؛؛

بحمد اللہ میں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک سنا ہے ثم
الحمد للہ کہ قانون ساردا بل جابرہ دل کی ہر پہلو اور ہر
گوشہ کو وافی طور سے رد کیا گیا ہے ؛؛
عبد الوحید مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی

اس رسالہ کو میں نے دیکھا جناب مولانا مولوی سلطان
محمود صاحب نے قانون ساردا بل کی مضار پر جس خوبی سے
روشنی ڈالی ہے وہ قابل تحسین ہے اللہ تعالی مولانا ممدوح
کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانونکو اس بلائے
ناگہانی سے نجات دیکر مولانا ممدوح کی کوشش
کو ٹھکانے لگائے ؛؛

محمد مظہر اللہ غفر لہ
امام مسجد فتحپوری دہلی